

ہوئیں۔ وہ بدستور قائم ہیں، لیکن ان کا احساس نہ رہا تو ظاہر ہے کہ وہ مشکلیں نہ رہیں۔ خواجہ حالی بجا فرماتے ہیں کہ اس شعر کی نظیر آج تک نہیں دیکھی گئی۔

۱۶۔ شرح : اگر غالب اسی طرح روتا رہا تو اسے دنیا والو! تم

دیکھنا کہ یہ بستیاں اور آبادیاں جو تمہیں نظر آرہی ہیں، وہ سب کی سب اس کے سیلاب اشک میں برباد و ویران ہو جائیں گی۔ غالب رورہا ہے۔ ابھی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی کہ نوح جیسا طوفان آجائے، لیکن اگر رونا اسی طرح جاری رہا تو یقیناً وہ کیفیت بھی کچھ دور نہ سمجھنی چاہیے۔

ایک لحاظ سے اہل جہاں کے لیے یہ اعتبار ہے کہ وہ غالب کو یوں روکنے سے روکنے کی کوئی تدبیر کر لیں۔ ورنہ دنیا کے ویران ہو جانے میں کوئی کلام نہیں۔

یہ غزل ۱۸۵۲ء کی ہے، کیونکہ یہ ”دہلی اردو اخبار“ کی اشاعت مؤرخہ

۳۱۔ شوال ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۸۔ اگست ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئی تھی اور شائع

کرتے وقت تمہید میں لکھا گیا تھا کہ مرزا نور الدین، جو مرزا سلیمان شکوہ کے

پوتے تھے، لکھنؤ سے دہلی آئے تو ساتھ ہی یہ زمین لے کر آئے۔ بادشاہ نے

بھی غزل کہی اور مرزا کو بھی غزل کہنے کا حکم دیا۔

خود مرزا نے منشی نبی بخش حقیر کو یہ غزل بھیجی تو ساتھ ہی لکھا:

”بھائی! خدا کے واسطے غزل کی داد دنیا، اگر رنجتہ یہ ہے تو میر

میرزا (میر تقی اور میرزا سودا) کیا کہتے تھے؟ اگر وہ رنجتہ تھا

تو پھر یہ کیا ہے؟“

(نادر ات غالب)

۱۔ شرح : دیوانگی

کے جوش میں ہمارا لباس اس

طرح پارہ پارہ ہو گیا کہ ایک

دیوانگی سے دوش پہ زُتار بھی نہیں

یعنی، ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں